شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ کی پاکستان میں

نفاذِ شریعت کے لیے مساعی

محمد قاسم حقانی

قیامِ پاکستان درحقیقت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہم اللہ کے جہادِ عزیمت کے تسلسل اور ان بیمثال قربانیوں کا نتیجہ تھا جو کبھی بالاکوٹ کی پہاڑیوں کو لالہ زار کرگئیں، کبھی تحریک ریشمی رومال کی صورت میں تاریخ کے صفحات کا انمٹ نقش بن گئیں۔ تحریکِ خلافت ہو یا ترکِ موالات غرض ہر جگہ علماءِ حق کی سرکردگی، راہ نمائی اور قائدانہ کردار ایک مؤثر انقلابی عنصر بن کر رہا جس کے نتیجے میں برِصغیر کو آزادی ملی، قیامِ پاکستان عمل میں آیا۔ مگر بدقسمتی سے اقتدار کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں آئی جن کا ملک کی نظریاتی اساس سے کوئی تعلق نہیں تھا، جنہوں نے زمامِ حکومت سنبھالتے ہی لاالٰہ الا اللہ کی حکمرانی اور قرآن وسنت کے نفاذ کو یکسر فراموش کر دیا بلکہ اوّل روز سے قیامِ پاکستان کے مقاصد پر سیکولرزم، سوشلزم، مغربیت، لادینیت اور خالص مادیت پر مبنی اقتصادی اور معاشی خول چڑھا دیئے گئے۔

چنانچہ اپنے اکابر، مشائخ اور اساتذہ کی طرح قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز نے بھی اسی تاریخِ دعوت وعزیمت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے اوّلاً عملی اور عوامی سطح پر نفاذِ شریعت اور ترویجِ اسلام کے لیے اپنی مساعی کا آغاز کر دیا، نئی نسل کی تربیت اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے اوّلاً تعلیم الاسلام سکول کی بنیاد رکھی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی دعوت پر اس کا سنگِ بنیاد رکھا جو علاقہ بھر کے لیے ایک مثالی درسگاہ ثابت ہوئی اور حضرتؒ کی زندگی میں ترقی کر کے ہائی سکول تک اس کی کلاسیں بڑھا دی گئیں۔ قرآنی تعلیمات، احادیثِ رسولؐ اور نفاذِ شریعت کی تحریک کی تکمیل کے لیے آدم گری اور آدم سازی یا رجال کار کی تربیت کے پیشِ نظر ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے ایک تعلیم گاہ قائم کی جس نے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے جنوبی ایشیا میں دارالعلوم دیوبند کے بعد دوسری عظیم اسلامی یونیورسٹی کا مقام حاصل کر لیا، جسے اکابر علماء دیوبند نے ”پاکستان کا دارالعلوم دیوبند“ قرار دیا۔

تعلیمی تدریس اور ایک عظیم ادارہ کی انتظامی خدمات کے علاوہ آپ نے ملک بھر میں اصلاح وارشاد کے پیشِ نظر بڑے بڑے دینی اجتماعات میں وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہالت، بدعات، رسومات، اسراف و تبذیر، عریانی و فحاشی کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ علاقہ میں شادی بیاہ کے موقع پر بہت سی غیر شرعی رسومات، غلط رواجات اور بدعات کا علمی اور اصلاحی مقابلہ کیا، شریعت کے مطابق شادی بیاہ کی زوردار تحریک چلائی جو بہت مؤثر ثابت ہوئی۔ چنانچہ تحریک کے دنوں میں بعض ایام میں سو سو کے لگ بھگ شادیاں کسی رسم ورواج اور بے جا مصارف کے بغیر انجام پذیر ہوئیں اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا ــــ اور جب باطل فتنوں بالخصوص خاکساروں کے عقائد، مشرقی کے دجل وتلبیس، ناپاک عزائم اور علماءِ حق کے خلاف ان کی ریشہ دوانیوں اور گھناؤنی سازشیں طشت از بام ہوئیں تو حضرت مولانا عبدالحقؒ بغیر کسی مداہنت کے کمر کس کر میدان میں آگئے۔ بقول مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مولانا عبدالحقؒ کے حکیمانہ اقدام اور تدبیرِ مخاصمت سے علاقہ بھر کے خاکساروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایسا زوال شروع ہوا کہ پھر وہ کبھی نہ سنبھل سکے۔ مولانا عبدالحقؒ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غدارانِ ختمِ نبوت کے محاسبہ و تعاقب کو بھی اپنے مشاغل میں جگہ دی۔ ۱۹۵۶ء کے خطرناک اور سخت ترین حالات میں بھی تحریکِ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا، ۱۹۷۴ء کی مشہور تحریکِ ختمِ نبوت کے نائب صدر رہے، اس تحریک کی صدارت اور قیادت کے لیے مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا نام بھی مولانا عبدالحقؒ نے پیش کیا تھا جسے بالاتفاق منظور کر لیا گیا۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ حکومت میں جب آئین کی تنسیخ کے ضمن میں قادیانیت کے متعلق آئینی ترامیم کے بارے میں خدشات اٹھے تو آپ کے جانشین مولانا سمیع الحق نے بھی اُس وقت بحیثیت رکنِ شوریٰ صدر مملکت کو بار بار توجہ دلائی، وفاقی مجلسِ شوریٰ میں تحریکِ التواء پیش کی جس کے نتیجے میں ۱۲ اپریل ۱۹۸۴ء دستور میں ترمیم کا صدارتی فرمان مجریہ ۱۹۸۴ء جاری ہوا اور ایک بار پھر پارلیمنٹ نے قادیانی دجل وتلبیس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

۱۹۷۰ء سے قبل جب نظریاتی انتشار اور بیرونی آلہ کار قوتوں نے ملک کی بنیادیں ہلا دیں، یحییٰ خان نے آئین کی تشکیل کے لیے آزادانہ الیکشن کا اعلان کیا۔ چنانچہ پاکستان کی تاریخ کے اس نازک ترین موڑ میں دیگر اکابر علماءِ حق اور جمعیۃ کے اکابرین کی طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بھی خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ اسلام کی بالادستی، اسکے عملی نفاذ، اسلامی معاشرہ کا قیام، ان کی تمام تر مساعی کا ہدف تھا۔

ان دنوں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح علیل تھے اور پشاور کے ایک ہسپتال میں داخل تھے مگر مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت درخواستی کے اصرار پر اور اپنی دینی ذمہ داری اور احساسِ مسئولیت کے پیشِ نظر اس کارزارِ خار دار میں بھی اتر گئے اور ارشاد فرمایا "خدا کی قسم! ہمارا مقصد کرسی ہے نہ کوئی اور چیز، حکومت یہ لوگ ہی چلائیں مگر طرزِ حکومت میں علماء سے راہنمائی لینی چاہیئے"۔ چنانچہ اُس وقت آپ نے اپنے حلقۂ انتخاب میں شاندار کامیابی حاصل کی، پھر اسمبلی میں جاکر اپنے فرض کی ادائیگی میں جو سعی کی اور شاندار کردار ادا کیا وہ آپ کے لائق فرزند مولانا سمیع الحق مدظلہ نے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کی رپورٹوں سے "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" کے نام سے ۔۔سم صفحات میں طبع کرادی ہے۔ اسمبلی میں آپ کی تحاریک، تقاریر اور مباحث کے مرکزی عنوانات فحاشی، شراب، جُوا، سودی نظام، فحش ثقافتی سرگرمیوں، قادیانیت، عیسائیت کا فروغ، فری میسن اور روٹری کلب، آئین میں اسلامی قوانین کا تحفظ، مسودۂ دستور پر تنقیدی و اصلاحی تقاریر، ترمیمات و تشریحی خطاب، متعدد ترمیمات کی تجاویز کے علاوہ اہم ملکی و ملی مسائل پر اظہارِ خیال ہوا کرتا تھا۔

جب اُس وقت اسمبلی میں ایک مرکزی وزیر نے علماء کو مسلمان کی تعریف پر اتحاد کا چیلنج کیا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے اسے قبول کرتے ہوئے مسلمان کی ایسی جامع تعریف پیش کی کہ تمام ہال کا اس پر اتفاق تھا اور پورے ملک میں علمی اور دینی حلقوں نے اس پر صاد کیا اور مولانا مرحوم کے اس جرأتمندانہ کردار کو دین کی آبرو قرار دیا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں باوجود ضعف و نقاہت اور کمزوری و امراض کے پیش پیش رہے اور استبدادی حکومت کے ایک اہم ستون صوبہ سرحد کے مطلق العنان وزیرِ اعلیٰ کو انتخابی معرکہ میں ذلیل ترین شکست دی جبکہ باقی صوبوں کے وزرائے اعلیٰ جبری بلامقابلہ منتخب قرار دیئے گئے تھے۔ اس تحریک میں آپ نے بھی خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا، مگر آپ کی ملک بھر میں محبوبیت اور دینی عظمت کے پیشِ نظر حکومت نے تعرض نہ کیا تاہم آپ کے فرزندِ جلیل مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق گرفتار کر لیے گئے۔

۱۹۷۷ء کے انقلاب کے بعد جب صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے نظام اسلام کا نعرہ لگایا تو آپ نے ضروری جانا کہ وفاقی کونسل (مجلسِ شوریٰ) پاکستان میں اگر علماءِ حق کی نمائندگی نہ ہوئی تو ملک میں شریعت کے نفاذ کے بننے والا قانون اکبر کے "دینِ الٰہی" کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ملک کی سیاسی فضاء اور سیاسی مصلحتوں سے قطع نظر خالص شرعی اور دینی نقطۂ نظر سے اپنے بڑے بیٹے مولانا سمیع الحق کو وفاقی کونسل میں بطور نمائندہ بھیجدیا۔ الحمدللہ کہ مولانا عبدالحق رح کی راہنمائی اور مشورہ میں انکے فرزندِ اکبر کا وفاقی کونسل میں وہی کردار رہا جو مولانا عبدالحقؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کا اسمبلی میں کردار تھا۔

۱۹۸۵ء کے الیکشن کا غیر جماعتی بنیادوں پر اعلان ہوا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سیاسی مصلحتوں اور میکیاولی سیاست کے مکر و فن سے بالاتر رہ کر خالصتاً دینی نکتۂ نظر سے اکابر علماء، امیر جمعیۃ حضرت درخواستی اور مولانا عبیداللہ انور مرحوم کے حکم سے ضعف و علالت اور پیرانہ سالی کے باوصف اس معرکۂ انتخاب میں کود آئے، انتخابی مہم آپ کے بیٹے مولانا سمیع الحق نے چلائی اور پھر سے شاندار کامیابی حاصل کر کے اسمبلی میں اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر پہنچ گئے اُدھر آپ کی توجہ اور دعاؤں سے مولانا سمیع الحق مدظلہ سینیٹ آف پاکستان میں ممبر منتخب ہوئے اور جاتے ہی آپ نے اور مولانا قاضی عبداللطیف نے شریعت بل پیش کر دیا۔ "شریعت بل" نظام شریعت کا مسودۂ قانون تھا اور برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی بار اس قدر جامع اور ہر مکتب فکر کے لیے قابلِ قبول دستوری خاکہ پیش کیا گیا۔

شریعت بل کے لیے اس وقت کی حکومت نے لیت و لعل سے کام لیا، تاخیری حربے استعمال کیے چنانچہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے عوامی اور مضبوط سیاسی طاقت کے حصول کے لیے مولانا سمیع الحق کو تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل "متحدہ شریعت محاذ" قائم کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ مولانا سمیع الحق نے ملک بھر کے تمام دینی راہنماؤں اور پارلیمانی لیڈروں سے رابطہ قائم کر کے "متحدہ شریعت محاذ" تشکیل دیا، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح اس کے صدر منتخب ہوئے۔ کراچی سے لیکر خیبر تک ملک بھر میں تحریک چلی، ملک کی گلی گلی اور چپہ چپہ میں شریعت بل کی گونج پیدا ہوئی۔ خود حضرت شیخ الحدیث رح نے مردان، ہزارہ، بنوں اور پشاور میں اکابر علماء، فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور جمعیۃ کے کارکنوں کے شریعت کنونشن منعقد کر کے ملک بھر میں نفاذِ شریعت کی تحریک چلائی ان کنونشنوں میں ہزاروں علماء نے آپ کے دستِ حق پرست پر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے بیعت کی۔ ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء کو مانسہرہ میں عظیم الشان علماء کنونشن منعقد ہوا صرف ہزارہ ہی نہیں اس میں پورے صوبہ سرحد کے جید علماء، اکابر و افاضل، مشائخ اور بزرگوں نے شرکت کی، اس موقع پر تین ہزار علماء نے آپ کے ہاتھ پر نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے بیعت کی اور یہی وہ موقع تھا جب تین ہزار علماء نے متفقہ طور پر آپ کو "قائدِ شریعت" قرار دیا۔ ۱۹۸۵ء کے انتخابات کے نتیجے میں قائم ہونے والی اسمبلی میں آپ نے ۲ جون ۸۵ء کو بجٹ سیشن سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں اعلان کیا کہ :-

"ہماری پہلی ضرورت اور پہلا مطالبہ نفاذِ اسلام کا ہے"۔

۱۹ اکتوبر ۸۵ء کو آپ نے اسمبلی میں اپنے مفصل خطاب میں ممبران کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :-

> "موجودہ برسرِ اقتدار لوگوں نے نظامِ مصطفےٰ کا اعلان کیا، معاملہ مجلسِ شوریٰ تک آیا، اعلانات ہوئے، قانونِ شُفعہ، شہادت، قانونِ عدل و انصاف کے مژدے سنائے گئے، لیکن آپ نے دیکھا حکومت نے کوئی اطمینان بخش کام قوم کو نہ دیا، پھر اسلام کے نام پر ریفرنڈم اور الیکشن ہوا، کامیابیاں ہوئیں، اس چھ مہینے میں ممبران نے کون سی ایسی چیز اسلام کے لیے قوم کے سامنے پیش کی جس سے قوم کو اطمینان دلاسکیں"؟

جبکہ اس سے قبل ۷ جولائی ۱۹۸۶ء کو حضرت قائدِ شریعت مولانا عبدالحق رح کی قیادت میں شریعت بل کے منظور کرنے کے سلسلے میں ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ

آسمبلی ہال کے سامنے حمیتِ ایمانی، غیرتِ اسلامی اور دینی درد سے سرشار تین لاکھ سے زائد افراد کا تاریخی مظاہرہ ہوا جس کے دُور رس نتائج اور نہایت مفید اور مثبت اثرات ظاہر ہوئے۔

اس دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو دو دھاری تلوار کا کردار ادا کرنا پڑا۔ ایک طرف پارلیمنٹ میں حکومت کی منافقانہ روش کا مقابلہ تھا تو دوسری طرف اسمبلی سے باہر لادین سیاست دانوں کے اکٹھ کا، آپ نے ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا اور علی رؤس الاشہاد اس بات کو علی وجہ البصیرت کہتے رہے کہ تحریک بحالی جمہوریت کی قیادت یا کارکنوں کے عزائم خواہ کچھ بھی ہوں نتیجہ بے نظیر کے اقتدار پر منتج ہوگا اور ملک پر عورت کی حکومت کی صورت میں فسطائی نظام مسلط کر دیا جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا آپ کو اندیشہ تھا اور جس کا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا ـــــ بلکہ ۱۹۷۳ء کے آئین ساز مباحث میں آئین کی دفعہ ۴۲ میں مولانا عبدالحق مرحوم نے اپنی ترمیم ۱۴۲ کے مطابق تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"امیرِ مملکت ایسا شخص ہوگا جو مرکزِ شجاعت ہو، جو بھارت کا مقابلہ کر سکے، کفار کا مقابلہ کر سکے، مورچوں پر بھی جا سکے، تو وہ شخص ظاہر بات ہے صنفِ نازک (عورت) سے نہیں ہو سکتا بلکہ مرد میں یہ صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔"

آپ کی بصیرت کی داد دیجئے کہ مستقبل میں کسی بھی وقت پاکستان میں عورت کی حکمرانی کی صورت میں مسلمانوں کی عالمی رسوائی ہو سکتی ہے ـــــ مگر بھی الحمدللہ کہ آپ کی تحریک کی برکات اور نتیجہ تھا کہ آپ کے لائق فرزند مولانا سمیع الحق نے عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل بنائی اور پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء اور مذہبی تنظیموں کے سربراہوں کو اس میں شریک کیا، مولانا سمیع الحق مدظلہ "متحدہ علماء کونسل" کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی توجہات، دعاؤں اور مساعی کا نتیجہ تھا کہ ۱۳ رجون ۱۹۹۰ء کو شریعت بل "متفقہ طور پر ایوان بالا سینٹ سے منظور ہو گیا ـــــ اب اس نے تین ماہ کے اندر اندر قومی اسمبلی میں آنا تھا اور یقیناً کامیاب ہوتا تھا کہ پیپلز پارٹی کی مؤنث حکومت اپنے لاؤ لشکر سمیت اس کے پیچھے پل پڑی ـــــ مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر بڑے تدبر اور عظیم سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۱۷ رجون ۱۹۹۰ء کو آل پارٹیز شریعت کانفرنس طلب کی جس میں پیپلز پارٹی کے علاوہ ملک بھر کی دینی و سیاسی جماعتوں نے شرکت کی اور اس موقع پر پورے ملکی سطح پر تحریکِ نفاذِ شریعت" کے پلیٹ فارم سے نئے انقلابی کام کا آغاز ہوا، مولانا سمیع الحق اس کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے، ملک بھر کی تمام سیاسی قوتوں نے شریعت بل کی چھتری میں پناہ حاصل کی، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جنہیں کل تک شریعت بل کا نام لینا تک گوارا نہ تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ کا موقف درست اور مشن برحق تھا۔

مولانا سمیع الحق کی قیادت میں تحریکِ نفاذِ شریعت ملک گیر اور ہمہ گیر ثابت ہوئی۔ بیرونی طاقتوں اور اسلام دشمن لابیوں کو شریعت بل منظور ہوتا نظر آیا لہٰذا دہ بساط ہی لپیٹ دی۔ مولانا سمیع الحق کو دو روز قبل اس کا علم ہو گیا تھا کہ ہمارے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تحریک اور مشن کو تاراج کرنے اور شریعت بل کو ڈائنامیٹ کر دینے کی اندرونِ خانہ سازش بن چکی ہے ـــــ چنانچہ انہوں نے صدر غلام اسحٰق خان سے ملاقات کرتے ہوئے واضح کیا کہ جب شریعت بل کے منظور ہونے کی صورت میں بینظیر کی حکومت باقی نہیں رہے گی، اسمبلی توڑنے کا حکم دو روز مؤخر کر دیا جائے تاکہ قومی اسمبلی سے شریعت بل متفقہ طور پر منظور کرالیا جائے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود وہی کچھ ہوا جو غیر ملکی بیرونی لابی چاہتی تھی ـــــ تاہم اس میں شک نہیں کہ عورت کی حکومت اور پیپلز پارٹی کے ایوانِ حکومت میں "شریعت بل" مضبوط کیل ثابت ہوا۔ یہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی سیاسی بصیرت تھی کہ ان کی قیادت میں جس تحریک کا آغاز ہوا تھا وہی تحریک ظلم و ستم کے شبِ دیجور کے خاتمہ کا ذریعہ بنی۔

تاہم بے جا نہ ہوگا کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں جہادِ افغانستان کا ذکر کر دیا جائے۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے جہادِ افغانستان کی جس طرح سیاسی پُشت پناہی کی مولانا عبدالحقؒ نے زبردست افرادی قوت مہیا کی۔ محاذِ جنگ کے اکثر جرنیل اور میدانِ کارزار کے بیشتر سپاہی اور مرکزی قیادت کے بعض اہم ارکان شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، پکتیا محاذ کے معروف جرنیل مولانا جلال الدین حقانی آپ کے شاگرد اور آپ کی سرپرستی میں دارالعلوم حقانیہ میں مدرس رہ چکے ہیں۔ مولانا یونس خالص آپ کے شاگرد ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی وفات کی خبر سُنتے ہی افغان مجاہدین جو محاذِ جنگ پر لڑ رہے تھے بلکتے تھے اور ایک عظیم سرپرست اور مربی کے دستِ شفقت سے خود کو محروم تصور کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ گو اس دنیا میں نہیں رہے مگر مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، جمعیۃ علماء اسلام کی دینی و سیاسی مساعی، قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ کا عظیم انقلابی کردار، دارالعلوم کے روحانی فضلاء اور جہادِ افغانستان میں آپ کے شاگردوں کے انقلابی کارنامے ایک ایسا صدقہ جاریہ ہیں جو قیامت تک مولانا مرحوم کے نام اور کام اور مشن کو زندہ رکھیں گے۔